magazine.mohaddis.com

محبّ اللہ قاسمی

صلاحیتوں کی پہچان اور اُسوۂ نبوی

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا...﴾

دنیا میں تمام انسان صلاحیتوں کے لحاظ سے ایک جیسے نہیں ہیں۔ کسی میں کوئی صلاحیت ہوتی ہے تو کسی میں کوئی اور، کسی میں کم تو کسی میں زیادہ۔ اسی وجہ سے دنیا کا ہر کام ہر انسان بخوبی انجام نہیں دے سکتا اور نہ وہ تنہا اجتماعی اہداف کے حصول میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ بلکہ جس میں جس کام کی صلاحیت موجود ہو، وہ اسی کام کو بخوبی انجام دے سکتا ہے۔ اس لیے کاموں کی صحیح طریقے سے انجام دہی کے لیے افراد سازی ضروری ہے۔ لیکن افراد کو وہی مقام دینا ہو گا جو اُن کے شایانِ شان ہو۔ عربی میں اسے وضع الشيء في محلّه سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ معاملہ گھر سے لے کر دفتر، اور کاروبار سے لے کر سیاست تک کے تمام شعبوں سے جڑا ہوا ہے۔ ایک کامیاب امیر کارواں کی یہ بہت بڑی خوبی ہے کہ اس میں افراد سازی کا ملکہ، صلاحیتوں کو پرکھنے کا کمال اور تفویض کار کا ہنر حاصل ہو۔

آج معاشرے میں جو خرابیاں دَر آئی ہیں، ان کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کسی اہم ترین کام کی ذمہ داری کسی ایسے شخص کے حوالے کر دی جاتی ہے جو کسی بھی لحاظ سے اس کا اہل نہیں ہوتا۔ دوسری طرف ایک باکمال اور باصلاحیت شخص کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے، حالانکہ اس کی صلاحیتوں سے قوم وملت اور معاشرے میں بہتری آسکتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ایک عام اصول بیان فرمایا:

«أَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ» [1]

''لوگوں سے اُن کے مرتبے کے مطابق پیش آؤ۔''

1 سنن ابی داود، کتاب الأدب، باب في تنزيل الناس منازلهم: ۴۸۴۲...حدیث ضعیف

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اس سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ کسی نااہل شخص کو اتنا بڑا مرتبہ نہ دے دیا جائے جس کا وہ اہل نہ ہو اور نہ کسی باصلاحیت آدمی کو نظر انداز کر دیا جائے۔ خصوصاً جس دور سے ہم گزر رہے ہیں، اس میں اور بھی زیادہ محتاط ہونے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ یہ قربِ قیامت کا دور ہے اور اس کے متعلق آپ ﷺ کا فرمان ہے:

«إِذَا وُسِّدَ الأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ» [1]

"جب باگ دوڑ نااہل لوگوں کے سپرد کر دی جائے تو پھر قیامت ہی کا انتظار کرنا۔"

یعنی یہ علامتِ قیامت ہے جو ہمارے ہی ہاتھوں ظاہر ہو رہی ہے۔

نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اندر چھپی ہوئی صلاحیتوں کو پرکھ لیتے تھے، مزید بہتر بنانے کے لیے ان کی تربیت بھی کرتے تھے اور اُن کے مطابق اُنھیں ذمہ داری سونپ کر ان سے کام لیتے تھے۔

افراد شناسی اور لوگوں کی صلاحیتوں سے استفادے کے لیے ان کو صحیح مقام و مرتبہ دینا ایک بہت ہی اہم خوبی ہے۔ اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ کا مبارک طریقہ ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ نے ان کی صلاحیت، فہم و بصیرت اور ہنر مندی کے پیش نظر مختلف ذمہ داریاں سونپی تھیں۔

خلفاے راشدین

① حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جو اپنے لقب 'صدیق' سے زیادہ مشہور ہیں، وہ انتہائی سچے اور قول و عمل میں پوری طرح مطابقت رکھتے تھے۔ علاوہ ازیں ایک اور خاص صفت جو آپ کے اندر تھی، یہ کہ آپ طبیعت کے نرم تھے اور دوسروں کو مبتلائے درد و غم دیکھ کر بے چین و بے تاب ہو جایا کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی شخصیت سے بہت خوش تھے۔ ایک موقع پر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ آپ ﷺ کی نگاہ میں سب سے زیادہ محبوب شخصیت کس کی

1 صحیح بخاری، كتاب العلم، باب من سئل علمًا وهو مشتغل في حديثه: ۵۹

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ہے؟آپ ﷺ نے جواب دیا: 'ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔'[1] ایک مرتبہ تو آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: اگر میں کسی کو اپنا خلیل (گہرا دوست) بناتا تو میں ابو بکرؓ کو اپنا خلیل بناتا۔[2] یہی وجہ ہے کہ آپ کے انتہائی مشکل وقت میں جب کہ آپ ﷺ ہجرتِ مدینہ کر رہے تھے تو رفیق سفر سیّدنا ابو بکر ہی تھے۔ نبی کریم ﷺ تمام معاملات میں آپ کو ترجیح دیتے تھے۔

نبی کریم ﷺ جب مرض الوفات میں تھے تو آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت کا حکم دیا۔ ازواج نے اور نام لیا مگر آپ ﷺ کی نگاہِ انتخاب ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی پر تھی اور بالآخر انہیں ہی امامت کی ذمہ داری دی گئی۔ جو جس کام کا اہل ہو اسے ہی اس پر فائز کرنا یہ بھی اسوۂ رسول ہے۔

مناسب شخصیات کا انتخاب اور تقرر وقت پر بہت فائدہ دیتا ہے۔ اسی لیے جب رسولِ کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایک عجیب سی مایوسی چھا گئی تھی۔ اس وقت سیّدنا ابو بکر ؓ نے شاندار خطبہ دیا جس میں ارشاد فرمایا:

”جو محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو بلاشبہ محمد ﷺ رحلت فرما گئے، اور جو اللہ کی عبادت کرتا ہے تو یقیناً اللہ زندہ ہے جسے موت نہیں! پھر اس آیت کی تلاوت کی:

﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاۡىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿١٤٤﴾ ﴾[3]

”محمد ﷺ اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک رسول ہیں، ان سے پہلے اور رسول بھی گزر چکے ہیں، پھر کیا اگر وہ فوت ہو جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو تم لوگ اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ یاد رکھو! جو اُلٹا پھرے گا وہ اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا، البتہ جو اللہ کے شکر گزار بندے بن کر رہیں گے، انھیں وہ اس کی جزا دے گا۔“

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے اوصافِ حمیدہ کے سبب اس لائق تھے کہ انھیں یہ مقام و مرتبہ دیا جاتا۔

---

۱ صحیح بخاری، کتاب المغازي، باب غزوة ذات السلاسل: ۴۳۵۸

۲ صحیح بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبيﷺ، باب قول النبي لو كنت متخذًا خليلاً......: ۳۶۵۶

۳ سورۃ آل عمران: ۱۴۴

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

② رسول اللہ ﷺ نے خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صلاحیتوں کو پرکھ لیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے دعا بھی کی تھی کہ

«اَللّٰهُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِأَحَبِّ هٰذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ إِلَيْكَ بِأَبِيْ جَهْلٍ أَوْ بِعُمَرَ بْنِ الخَطَّاب»

''اے اللہ! ابو جہل یا عمر بن خطاب ان دونوں میں سے جو تجھے محبوب ہے اس کے ذریعے سے اسلام کو عزت نصیب فرما۔''[1]

ان کی دلیری، قوتِ ارادی اور دور رس اَفکار و خیالات کے سبب اُن کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَوْ كَانَ بَعْدِيْ نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرَ»[2]

''اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے۔''

چنانچہ خلیفہ اوّل کی وفات کے بعد جب مسلمانوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپؓ امیر المؤمنین مقرر ہوئے تو آپؓ نے اپنے دورِ خلافت میں جو کارنامے انجام دیے، انھیں تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ آپ کا دل خوفِ خدا سے لرز اُٹھتا تھا۔ آپ کے عدل و انصاف کے قصّے معروف ہیں۔ آپؓ دین کے معاملے میں کسی قسم کی مداہنت و مصالحت کو پسند نہیں کرتے تھے۔ آپ باطل کے لیے ہمیشہ ننگی تلوار رہے، مگر حق کے لیے موم کی طرح پگھل جانے والے شخص بھی تھے۔ راتوں کو گشت کرتے اور غریبوں مسکینوں کا پورا خیال رکھتے اور اُن کے لیے وظیفہ جاری کرتے تھے۔

آپ کے اندر خلیفہ ہونے کی پوری صلاحیت موجود تھی اور نبی کریم ﷺ نے جو تربیت فرمائی تھی اس کی بدولت آپ نے اسلامی سلطنت اور وہاں کے باشندوں کو بہت ہی مضبوط اور مستحکم کیا۔ رفتہ رفتہ عرب کے علاوہ دنیا کے طول و عرض میں پرچم اسلام لہرانے لگا۔ الغرض! مناسب شخصیت کے انتخاب سے کامیابیوں اور کامرانیوں کے دروازے کھلتے چلے گئے۔

③ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ۲۳ ہجری میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر

---

۱ جامع ترمذی، کتاب المناقب، مناقب أبي حفص عمر بن خطابؓ: ۳۶۸۱

۲ جامع ترمذی، کتاب المناقب، باب في مناقب عمر بن الخطابؓ: ۳۶۸۶

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ہوئے۔ آپ نے اسلامی مملکت کو مزید وسعت بخشی۔ آپ کے اہم کارناموں میں مسجدِ نبوی کی توسیع اور قرآنِ مجید کو رائج رسم الخط کے نسخے پر جمع کرنا ہے اور اسے ایک مصحف میں جمع کرنا شامل ہے۔اسی وجہ سے آپ کو جامع القرآن بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نہایت ہی باحیا، فیاض، محسن، نرم طبیعت اور خوش اخلاق شخصیت کے مالک تھے۔

آپ t حافظِ قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ مناسک حج کو اچھی طرح جانتے تھے۔ مدینہ منورہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس پینے کے لیے میٹھے پانی کا کنواں نہیں تھا، وہ ایک یہودی کے کنویں سے قیمتاً پانی لیتے تھے۔[1] آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترغیب پر عثمان t نے وہ کنواں خرید کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے وقف کردیا۔[2] اپنے صلاح وتقویٰ اور امتیازی صلاحیتوں کے ساتھ اسلام کی قیادت سنبھالے ہوئے اپنی خدمات انجام دے رہے تھے کہ سن ۳۵ ہجری میں عبد اللہ بن سبا یہودی کے کھڑے کیے ہوئے فتنے میں بلوائیوں کے ہاتھوں اس حال میں شہید ہوئے کہ زبان پر تلاوت جاری تھی۔ جسم سے نکلا ہوا خون اس آیت: ﴿فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ﴾ پر پڑا جو ہمیشہ کے لیے یادگار بن گیا۔

④ حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے والوں میں دوسرے نمبر پر ہیں۔ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر تربیت پرورش پائی۔ علم وحکمت کے ماہر، قرآنیات پر عبور، اللہ والے ایک دلیر صحابی تھے۔ ان کا لقب ابوتراب تھا، فاتح خیبر کے لقب سے بھی مشہور ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ خیبر کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا:

«لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ رَجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلىٰ يَدَيهِ، يُحِبُّ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ»[3]

''میں ایک ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جس کے ذریعے اللہ فتح عطا کرے گا۔ وہ اللہ اور اس

---

۱ تحفۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی: ۳/۱۷۰

۲ صحیح بخاری، کتاب الوصایا، باب إذا وقف أرضًا: ۲۷۷۸

۳ صحیح بخاری، کتاب الجهاد، باب فضل من أسلم على يديه رجل: ۳۰۰۹؛ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل علي بن أبي طالب: ۲۴۰۵

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔"

نبی کریم ﷺ نے انھیں مختلف طرح کی ذمے داریاں سونپیں، ان میں عہد نامے، خطوط نویسی، جنگ کی قیادت وغیرہ شامل ہیں۔ ان ذمے داریوں کی ادائیگی میں اُنھیں بہت سے مصائب وآلام کا سامنا کرنا پڑا۔

⑤ رسول اللہ ﷺ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو فوجی قیادت سونپی۔ چناں چہ انھوں نے بھی اپنے اس فن میں ماہر ہونے کی حیثیت سے وہ کارنامے انجام دیے جو ایک بہادر فوجی لیڈر کے شایانِ شان تھے اور آپ کے فہم وبصیرت اور جرات وبہادری سے بہت سے مقامات فتح ہوئے، جس پر ان کو سیف اللہ کا خطاب بھی دیا گیا۔

⑥ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو علم وراثت اور ترجمے کا کام سونپا گیا۔ دور نبوی میں آپ کو قرآنِ کریم کی آیات لکھ کر محفوظ کرنے کا کام دیا گیا، دور صدیقی میں سیدنا ابو بکر صدیق نے یہی مبارک کام آپ سے لیا اور پھر دور عثمان میں بھی جمع قرآن کے سلسلے میں آپ کی شاندار خدمات ہیں۔

⑦ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کو حفظِ قرآن مجید کے سلسلے میں ذمے داری دی گئی جنھوں نے بہت سے حفاظ کرام تیار کیے۔ جب تلاوت کرتے تو اپنی خوش الحانی سے فضا کو روح پرور بنا دیتے تھے۔ حتی کہ آپ کی قراءت سننے کے لیے فرشتے بھی آپ کے گرد منڈلانے لگتے تھے۔

⑧ رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا عباس کو کسی معاملے کا والی بنایا تو فرمایا کہ "اے میرے چچا! میں اس معاملے میں کسی دوسرے کو مناسب نہیں سمجھتا کہ اسے والی بناؤں۔" سیدنا عمر ؓ کا فرمان ہے:

«مَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ الْـمُسْلِمِيْنَ شَيْئًا فَوَلّٰى رَجُلًا لِقَرَابَةٍ أَوْ مَوَدَّةٍ فَقَدْ خَانَ اللهَ وَرَسُوْلَهُ» [1]

"جس نے قرابت یا آپس کی محبت کی بنیاد پر کسی کو والی یا امیر بنایا تو اس نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت کی۔"

⑨ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ زود فہمی، قوتِ استدلال، خوش بیانی اور بلند ہمتی کے لحاظ سے ایک

1 کنز العمال: ۲/ ۱۳۹، حدیث: ۱۴۳۰۵

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

منفرد ممتاز مقام رکھتے تھے۔ ان کی تعریف و توصیف اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے ان الفاظ میں بیان فرمائی: «أَعْلَمُهُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُبْنُ جَبَلٍ....»

ان کے اسی علم و فہم، سوجھ بوجھ کے پیش نظر اللہ کے رسول ﷺ نے انھیں یمن کا گورنر بنا کر بھیجا۔ روانہ کرتے وقت آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: تم لوگوں میں کیسے فیصلہ کرو گے؟ معاذؓ نے جواب دیا: ''میں پہلے اللہ کی کتاب کے ذریعے فیصلہ کروں گا، اگر اس میں حکم نہ ملا تو سنت میں تلاش کروں گا، اگر اس میں بھی نہ ملا تو پھر اجتہاد کے ذریعے فیصلہ کروں گا۔''[1]

آپ نے بہت سے مقامات پر ان کو ذمے دار بنایا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی بہت سی ذمے داریاں ان کو سونپیں۔

⑩ رسول اللہ ﷺ اچھے اوصاف سے متصف لوگوں کی تعریف کرتے تھے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

«خِيَارُكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، خِيَارُكُمْ فِي الْإِسْلَامِ»[2]

''جو لوگ زمانہ جاہلیت میں اچھے تھے، وہ زمانہ اسلام میں بھی بہتر ہیں۔''

⑪ آپ ﷺ نے حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کی خوبیوں کے پیش نظر انھیں 'امین الامّہ' کا خطاب عطا کیا۔ ''ایک موقع پر یمن کے کچھ لوگ آئے، اور آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ ہمیں کوئی ایسا شخص دیجیے جو ہمیں اسلام اور سنّت سکھائے، آپ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھاما اور فرمایا:

"هٰذا أمين هذه الأمة" یہ ہیں اس اُمت کے امین۔ ایک مرتبہ آپ نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِينًا وَإِنَّ أَمِينَنَا أَيَّتُهَا الْأُمَّةُ أَبُوعُبَيْدَةُ بْنُ الْجَرَّاحِ»[3]

''ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے، اس امت کے امین ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ ہیں۔''

---

1 سنن ابن ماجہ، کتاب السنة، باب فضائل أصحاب رسول اللهﷺ: ۱۵۴

2 مسند احمد: ۲/ ۴۸۵

3 صحیح بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبي، باب مناقب أبي عُبيدة بن الجراح: ۳۷۴۴؛
صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أبي عبيدة بن الجراح: ۲۴۱۹

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

⑭ رسول اللہ ﷺ نے ایک نیک، دانش منداور کم سن نوجوان صحابی کو عظیم الشان ذمہ داری سونپی جو اکثر رسول اللہ ﷺ سے میدانِ جنگ میں شرکت کی اجازت کے لیے بے تاب اور کوشاں رہتے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کے اس حوصلے اور دانش مندی کے سبب ان کو محض بیس سال کی عمر میں رومیوں سے جنگ کی قیادت سونپ دی۔ انھیں ایسی فوج کا کمانڈر بنایا جس میں بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ موجود تھے۔ اس کمسن قائد کا قافلہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں روانہ ہوا۔ ان کی بہادری نے رومیوں کا خوف مسلمانوں کے دل سے نکال پھینکا اور یہ فاتح جوان مدینہ میں بہت سے مالِ غنیمت کے ساتھ واپس لوٹا۔ سیرتِ صحابہ سے واقف حضرات کے لیے اس کم سن جوان کی پہچان کے لیے ان کا نام ہی کافی ہو گا۔ ان کا نام حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ ہے جنھیں نبی کریم ﷺ نے ان کی قابلیت اور صلاحیت کی بنیاد پر اتنی بڑی ذمے داری سونپی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسامہ سے ملتے تو کہتے: مرحبًا بأميري (میرے امیر! خوش آمدید) اس پر لوگ تعجب کا اظہار فرماتے تو فرماتے:

"رسول اللہ ﷺ نے ان کو میرا اَمیر مقرر فرمایا تھا۔"

امارت و حکومت یا کسی معاملہ کی ذمّہ داری ایک بہت بڑی امانت ہے۔ اس کے لیے بہت غور و خوض کے بعد فیصلہ لینا چاہیے اور اس کے لیے جو شخص مناسب ہو تو اسے کسی مخالفت کے بغیر ذمہ داری دینی چاہیے اور جو اس کے لیے مناسب نہ ہو تو اس کو ذمے داری ہرگز نہیں سونپنی چاہیے۔ ورنہ وہ کام تو خراب ہو گا ہی، ساتھ ہی معاشرہ بھی بہت سی پریشانیوں اور اختلافات کا شکار ہو کر رہ جائے گا۔ کیوں کہ معاشرے کے بہت سے معاملات اس سے جڑے ہوتے ہیں اور بہت سے حقوق اس سے وابستہ ہوتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے اہلیت کی بنیاد پر ذمہ داریوں کی تقسیم کاری کی۔ جو لوگ اس میں غیر ذمہ دارانہ رویہ اختیار کرتے ہیں یا پھر امارت و منصب کو محض تعلق اور رفاقت کی بنیاد پر بانٹ دیتے ہیں، ایسے لوگوں کے سلسلے میں سخت پہلو اختیار کرتے ہوئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللهُ رَعِيَّةً يَمُوتُ يَوْمَ يَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ لِرَعِيَّتِهِ إِلَّا

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةِ» [1]

''جس شخص کو اللہ تعالیٰ لوگوں کا ذمہ دار بنائے اور وہ اس میں خیانت کرے تو اللہ اس پر جنت کی خوشبو حرام کر دے گا۔''

دوسری جگہ ارشاد ہے:

«مَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ شَيْئًا فَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ أَحَدًا مُحَابَاةً، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ، لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ صَرْفًا، وَلَا عَدْلًا، حَتّٰى يُدْخِلَهُ جَهَنَّمَ» [2]

''جس شخص کو عام مسلمانوں کی ذمے داری سپرد کی گئی ہو، پھر اس نے کوئی عہدہ کسی شخص کو محض دوستی و تعلق کی وجہ سے بغیر اہلیت کے دے دیا، اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ اللہ اس کا کوئی عمل قبول نہیں کرے گا، یہاں تک کہ وہ جہنم میں داخل ہو جائے گا۔''

نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو تنبیہ فرمائی ہے کہ وہ امارت وولایت کی تمنا نہ کریں اور نہ اس کی خواہش میں لگے رہیں۔ آپ ﷺ نے حضرت عبد الرحمٰن بن سمرۃ رضی اللہ عنہ کو ہدایت فرمائی:

''اے عبد الرحمٰن! تم عہدۂ امارت طلب مت کرو، اگر تم کو طلب کرنے کے بعد امارت عطا کی گئی تو تم اسی کے سپرد کر دیے جاؤ گے۔ اگر بلا مطالبہ تمہیں یہ عہدہ مل گیا تو اس پر تمہاری مدد کی جائے گی۔'' [3]

ذمّے داری سونپنے کا معاملہ انتہائی نازک ہے۔ اس سے یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہیے کہ جس کو لوگوں کے کسی معاملہ کی کوئی ذمہ داری نہیں دی گئی، وہ مرتبہ میں کم ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو آپ کے نزدیک بہت قدر ومنزلت حاصل تھی۔ آپ بہت ہی متقی و پرہیزگار صحابی تھے مگر آپ نے ان کو کسی معاملہ میں ذمہ دار نہیں بنایا۔ آپ ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا:

«يَا أَبَا ذَرٍّ! إِنِّي أَرَاكَ ضَعِيفًا، وَإِنِّي أُحِبُّ لَكَ مَا أُحِبُّ لِنَفْسِي، لَا تَأَمَّرَنَّ عَلَى

---

1 صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب استحقاق الوالي الغاش لرعیته النار: ۱۴۲

2 مسند احمد: ۱/۶ ... اسنادہ ضعیف

3 صحیح بخاری، کتاب الأحکام، باب من لم يسأل الإمارة أعانه الله علیها: ۷۱۴۶؛ صحیح مسلم، کتاب الأیمان، باب ندب من حلف یمینا......: ۱۶۵۲

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اثْنَيْنِ، وَلَا تَوَلَّيَنَّ مَالَ يَتِيمٍ» [1]

''اے ابوذرؓ! میں تمھیں کمزور پاتا ہوں۔ میں تمہارے لیے وہی پسند کرتا ہو جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں، تم دو لوگوں پر بھی ذمہ دار نہ ہونا اور نہ مال یتیم کا ولی بننا۔''

دوسری جگہ حضرت ابوذرؓ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

«إِنَّهَا أَمَانَةٌ، وَإِنَّهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِزْيٌ وَّنَدَامَةٌ، إِلَّا مَنْ أَخَذَهَا بِحَقِّهَا، وَأَدَّى الَّذِي عَلَيْهِ فِيْهَا» [2]

''یہ امانت ہے اور یہ قیامت کے دن رسوائی و ندامت کا سبب بنے گی۔ سوائے اس کے جو اس کا حقدار ہو اور اپنی ذمہ داری کو صحیح طریقے سے انجام دے۔''

سلف صالحین کا طریقہ

نبی کریم ﷺ کے تربیت یافتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس کی اہمیت اور نزاکت کے سبب اس معاملہ میں بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

"من ولي من أمر المسلمين شيئًا فولي رجلا لمودة أو قرابة بينهما، فقد خان الله ورسوله والمسلمين" [3]

''جس شخص کو مسلمان کے کسی معاملے کا ذمے دار بنایا گیا اور اس نے دوستی اور قرابت کی بنیاد اس کا کوئی کام کیا۔ اس نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت کی۔''

اسی طرح کا معاملہ تابعین و تبع تابعین کا بھی تھا۔ جناب عمر بن عبد العزیزؒ خلیفہ بنائے گئے۔ انھوں نے اپنے پہلے خطاب میں کہا: ''مجھ سے خلافت کی بیعت لی گئی جب کہ میں اس کا متمنی نہیں تھا۔ لہٰذا آپ لوگ جسے چاہیں اپنا خلیفہ متعین کرلیں۔ اس پر مجمع رو پڑا اور اپنی بھرائی ہوئی آواز میں کہا: اے محترم! ہم نے آپ کا انتخاب کیا اور ہم آپ سے خوش ہیں۔ تو عمر بن عبد العزیز بھی رو پڑے اور کہا:

---

1 صحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب كراهة الإمارة بغير ضرورة: ۱۸۲۶

2 صحیح مسلم، باب كراهة الإمارة بغير ضرورة: ۱۸۲۵

3 کنز العمال: ۲/ ۱۳۹، حدیث: ۱۴۳۰۵

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

"اللہ مدد گار ہے۔ پھر منبر کے گرد موجود لوگوں کو یہ کہتے ہوئے نصیحت کی کہ میں تمھیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ جو اللہ کی اطاعت کرے گا، اس کی اطاعت واجب ہے اور جو اللہ کی نافرمانی کرے گا، اس کی کوئی اطاعت نہیں۔ پھر اپنی آواز بلند کرتے ہوئے کہا: تمہارے درمیان جب تک میں اللہ کی اطاعت کروں تو تم میری اطاعت کرنا، اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں تو تمہارے ذمہ میری اطاعت لازم نہیں ہوگی۔"

پھر قصر خلافت کی طرف روانگی کے لیے لوگوں نے سواری پیش کی تو آپ نے کہا کہ میں بھی عام مسلمانوں کی طرح ایک مسلمان ہوں، اس لیے میری آمد و رفت بھی اسی طرح ہوگی اور قصر خلافت کے بجائے اپنے مکان کا رخ کرتے ہوئے اعلان کیا کہ جو اللہ کی خاطر تواضع اختیار کرے گا، اللہ اسے بلند مقام عطا کرے گا۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے اسلاف ذمہ داری کی نزاکت اور آخرت میں جواب دہی کے احساس کے سبب اسے قبول کرنے سے کتراتے تھے۔ بہت سے لوگ جیلوں میں ڈال دیے گئے، ان پر کوڑے برسائے گئے لیکن اُنھوں نے کوئی منصب قبول نہیں کیا۔ کیونکہ ان کے سامنے اپنے بزرگوں کے تاریخی احوال موجود تھے اور ان کے تقویٰ و دیانت داری کے قصے سنائے جاتے تھے۔ لہٰذا ان کی نگاہ میں اس احساسِ ذمے داری کے ساتھ کسی منصب یا ذمے داری کو قبول کر لینا معمولی بات نہیں تھی۔

حاصل کلام یہ کہ قائدین اُمت کو اس مسئلے پر پوری دیانت داری کے ساتھ توجہ دینی چاہیے۔ ان پر لازم ہے کہ اپنے بعد آنے والوں کو عمدہ دینی تربیت دیں اور افراد سازی کے ساتھ ساتھ تفویض کار میں بھی باریک بینی سے کام لیتے ہوئے ذمے داری سونپنے کا فریضہ انجام دیں۔ کیونکہ یہ ایک امانت ہے جس میں کسی ذاتی منفعت کے پیش نظر خیانت کرنا کسی بھی طرح درست نہیں۔ اس سے امت بحران کا شکار ہوتی اور ملت کو بہت بڑے نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے کہ اللہ کی نصرت ایسے ذمہ داروں پر نہیں ہوتی جو کسی مفاد کے پیش نظر کسی عہدے پر فائز ہوں۔

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ